الحق کے سوالنامے کے جواب میں

مغرب کی لادین جمہوریت کی ناکامی کے بعد اسلامی انقلاب کا لائحہ عمل کیا ہو؟

(۳)

حضرت مولانا قاری سعید الرحمن صاحب مدظلہ

اسلام ایک مکمل مذہب ہے، جو انسان کے انفرادی و اجتماعی زندگی کے بارے میں بھرپور رہنمائی کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیاتِ طیبہ میں ہم مسلمانوں کے لیے ہر معاملہ میں درس پوشیدہ ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے "اِنَّ الدین عند اللّٰہِ الاسلام"، کہ اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ" بیشک تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔ ایک اور آیت میں جو قرآن کریم کی آخری آیتوں میں سے ہے "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور اسلام کو بطور دین تمہارے لیے میں نے پسند کر لیا۔ جس دین کی تکمیل کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے وہ ایسا دین ہوگا جو انسانی زندگی کے سب زاویوں کے لیے محیط ہو۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت امام مسلم و امام احمد نے نقل فرمائی ہے کہ بعض مشرکین نے ان سے بطور استہزاء و مذاق کہا کہ تمہارے ساتھی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو قضائے حاجت کے طریقے بھی بتلاتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے (فخر بہ طور پر) فرمایا کہ ہاں آپ نے ہمیں استقبال قبلہ، دائیں ہاتھ سے استنجاء اور ہڈی وغیرہ سے استنجا سے منع فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دین کی بظاہر چھوٹی باتیں امت کو بتلائی ہیں تو وہ معاملات جن کا تعلق مسلمانوں کی اجتماعی و سیاسی زندگی سے ہو کیا اس بارے میں آپ کی تعلیمات خاموش ہوں گی۔

سیاست و حکومت انسانی زندگی کے اہم شعبے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی اس بارے میں ہمارے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ مکی زندگی مظلومانہ تھی۔ مسلمان تعداد میں کم تھے۔ کافروں کا غلبہ

تھا۔ اور اس ماحول میں انفرادی زندگیوں کو درست کرنے، مصائب جھیلنے اور شدائد کو برداشت کی تربیت ہو رہی تھی۔ مدنی زندگی کا ماحول مختلف تھا، کفر کے مقابلہ میں صبر کے بجائے جہاد کا حکم تھا۔ اور اس کے نتیجہ میں پورے عرب اور فتح مکہ کی نوید و بشارت آپ کو اللہ کی طرف سے سنائی جا رہی ہے۔ صلح حدیبیہ سے ایک گونہ یکسوئی کے بعد آپ نے اپنی دعوت کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لیے اس دور میں دنیا کی بڑی چھوٹی طاقتوں کو نامہائے مبارکہ کے ذریعہ متوجہ فرمایا وہ دین جو صرف محدود دائرہ کے لیے نہیں بلکہ "یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا" کے ذریعہ پوری دنیا کی ہدایت آپ کا مقصد بعثت تھا۔ کیا اس دعوت میں اصول حکمرانی اور قوانین جہانبانی نہ ہوں گے۔

خلافتِ راشدہ کے دور میں حضراتِ صحابہ کرامؓ نے دنیا میں سیاست اور حکومت کے دائرہ میں وہ کارنامہائے زریں انجام دیئے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ اور اسلام کی اشاعت اور نشاۃ کیلئے یہ سب سے بہترین دور تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تو سیاسی تمدن اور تہذیبی ترقی کا مایۂ ناز زمانہ تھا۔

آج کے دور میں جو نظامہائے حکومت رائج ہیں ان میں پارلیمانی نظام۔ صدارتی نظام۔ شاہی نظام اور آمرانہ نظام قابلِ ذکر ہیں۔ شاہی اور آمرانہ نظام موجودہ دور میں چند ایشیائی ممالک میں قائم ہیں اور ان کو بالعموم قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا کہ عوام کی رائے کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔

صدارتی اور پارلیمانی نظاموں کو موجودہ دور میں مجبوری اور معیاری سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان کے سیاسی لیڈروں کی خصوصی توجہات کا مرکز پارلیمانی نظام ہے، اور اس نظام کو اپنے سب مسائل کا حل سمجھتے ہیں جب کہ اس نظام نے اس ملک کو جو کچھ دیا ہے وہ پوری قوم پر عیاں ہے۔ پارلیمانی نظام کی کامیابی کا اندازہ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ آج کے دور میں افراتفری۔ مہنگائی، ہارس ٹریڈنگ اور وفاداریوں کی تبدیلیاں پارلیمانی نظام کے ثمرات ہیں۔

نیز یہ نظام ملک کے اساسی اقدار یعنی اسلام اور دین حق کی ترویج میں ایک زبردست رکاوٹ ثابت ہو رہا ہے۔ اب تو اسمبلیوں میں اسلام کا نام لینا ایک نامانوس بات سمجھا جاتا ہے۔ دین سے استہزاء اور شعائر اسلام سے تمسخر تک ان اداروں میں روا رکھا جاتا ہے۔ ایک عام شخص جو دین سے محبت رکھتا ہے وہ یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ ملک بنا تھا اور تقسیم ملک کے وقت پاکستان کے لیڈروں نے جو دعوے کیے تھے وہ اب خواب ثابت ہو رہے ہیں اس لیے اس میں شک نہیں کہ یہ نظام اس ملک کو اسلام نہ دے سکا، نہ عوام کی امنگوں کا ترجمان بن سکا۔ اب اس ملک میں کس نظام کے تحت اسلام کا

گاڑی کو رواں دواں کیا جائے ۔ اور وہ روحانی کرب جو یہاں کے مکینوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے اس کی تسکین کا سامان کیا جائے جہاں تک پارلیمانی نظام کا اسلام سے تعلق کا مسئلہ ہے تو اس کی بنیاد ہی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے ۔ اس نظام میں خود امیدوار انتخاب پر کھڑا ہوتا ہے اور بزعم خود سب امیدواروں سے اپنے آپ کو بہتر ثابت کرکے ووٹ کا حقدار ثابت کرتا ہے ۔ اسلام نے سیاست کے بھی کچھ آداب تجویز کیے ہیں ۔ اور بے ہنگم سیاست بازی پر کچھ پابندیاں عائد کی ہیں ۔ مثلاً موجودہ سیاست کی بنیاد ہی اسی بات پر قائم ہے کہ ایک شخص اقتدار طلبی کے لیے کھڑا ہو، اپنی پارٹی بنائے ، اپنا پروگرام قوم کے سامنے رکھے ۔ اور قوم سے اپیل کرے کہ اس کو ووٹ دے کر کرسیٔ اقتدار پر فائز کیا جائے ۔ اس کے بعد وہ جانے اور قوم کے مسائل اب دیکھیے کہ اسلام اقتدار طلبی کے مزاج ہی کی جڑ کاٹ دیتا ہے اسلام اقتدار کی خواہش کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ یہ ذمہ داری معاشرہ پر ڈالتا ہے کہ وہ ایسے افراد کو آگے لائے جو "لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا" (جو نہیں چاہتے زمین میں اونچا ہونا اور نہ فساد) کے معیار پر پورے اتریں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے شخص کو جو عہدہ کی درخواست لے کر آئے عہدہ نہیں دیتے تھے ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر اور منتیں کرکر کے حضرات صحابہؓ کو عہدے دیتے ہیں ۔ حضرت عثمان رضؓ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو عہدۂ قضاء کی پیشکش کی انہوں نے انکار کیا ۔ امیر المومنین رضؓ نے فرمایا کہ تمھارے باپ نے بھی تو قبول کیا تھا ۔ عرض کیا کہ ان میں ہمت ہوگی مجھ میں نہیں ۔ امیر المومنین رضؓ نے منت سماجت کی مگر ان کی معذرت غالب آگئی ۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ بہت اچھا مگر کسی اور کو نہ بتانا ورنہ کوئی بھی اس کے لیے آمادہ نہ ہوگا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ انتخابی سیاست اسلامی نظام کے نفاذ اور دین کی نشاۃ ثانیہ کے لیے کوئی مثبت پیش رفت بروئے کار نہ لاسکا ۔ بلکہ "ریورس گیئر" لگا ہوا ہے قوم جن پارٹیوں کے چکر میں پھنسی ہوئی ہے ان کی اسلام کے بارے میں نظریات اور کارکردگی سب پر عیاں ہے اور نہ مستقبل میں ان سے کوئی امید وابستہ کی جاسکتی ہے ۔ اسلام کی بات بہت دور کی ہے شرافت واخلاق ، عدل اجتماعی اور بنیادی اسلامی حقوق حکومت کے ایوانوں سے ناپید ہو چکے ہیں ۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفٰیؐ کے موقع پر جب عوام میں ایک خاص جوش وجذبہ تھا پاکستان قومی اتحاد کے کارکنوں کے ایک کنونشن میں ائیر مارشل اصغر خان صاحب (جن کی باتوں سے اختلاف کیا جا سکتا ہے) نے کہا کہ اسلام موجودہ انتخابی سسٹم اور پارلیمانی جمہوریت سے آنا مشکل ہے یہ بات ان کی کافی حد تک صحیح ہے ۔

لیکن اہل دین کے لیے احیاء دین اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کے بغیر چارۂ کار بھی نہیں کہ غلبۂ اسلام مقصودِ مومن ہے ۔ اس لیے موجودہ حالات میں ہر انقلاب اسلامی کے لیے چند امور کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری

ہوگا۔ عوام کی اسلامی تربیت کہ ان کے دلوں میں اسلام سے محبت اور نفاذِ اسلام کی برکات پر یقین ہو جائے اور اس کے لیے وہی طریقے اپنانے ہوں گے جو سلف نے اپنائے کہ دینی علوم کی ترویج گلی گلی تبلیغی محنت وجہد۔ فرقہ واریت سے اجتناب کرتے ہوئے مثبت انداز میں اسلامی تعلیمات تک قوم کی رسائی۔ مساجد و مدارس کا مربوط نظام.... ایک طرف فرد کی اصلاح کے لیے یہ سب تدابیر انفرادی و اجتماعی پروگراموں کے ذریعہ بروئے کار لائے جائیں۔ کہ فرد کی اصلاح کے بعد ہی معاشرہ درست ہو سکتا ہے۔ معاشرہ کسی خلائی نظریہ پر استوار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ باہم مل کر ہی ایک ڈھانچہ بن سکتا ہے۔

دوسری طرف جب تک متبادل سیاسی نظام نہیں لایا جاتا اسی پارلیمانی نظام میں مؤثر کردار ادا کرنے کی جدّوجہد جاری رہنی چاہیئے۔ اور ضرورت پڑے تو "اہون البلیتین" کے اصول پر ایسے گروپوں کے ساتھ اتحاد بنائے جائیں جو اسلامی کاز کے لیے مفید ہوں۔ لیکن اسی فراست کے ساتھ کہ دین اور دین والے ان کے استعمال میں نہ آئیں۔ بلکہ دین والے اپنے کاز کے لیے ان کو استعمال کر سکیں۔ میرے خیال میں صدارتی اور پارلیمانی نظاموں میں صدارتی نظام اسلام کے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے اگر اسلامی مشورہ کے اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

علاوہ ازیں قوم میں جذبہ جہاد بیدار کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ وقت آنے پر انتخابی جھمیلوں سے یکسو ہو کر جہاد کے ذریعہ سے ملک میں اسلامی انقلاب لایا جا سکے۔ قوم کے لیے صرف پارلیمانی جمہوریت کی "لوری" سے اس کو سلا[illegible] قرین انصاف نہیں ہے۔

قارئین محترم! اللہ کے فضل وکرم سے الحق گذشتہ تیس سال سے اپنی معنوی افادیت کے ساتھ ظاہری حسن عمدہ طباعت اور اپنی علمی و دینی حیثیت میں سرگرم عمل ہے۔ چونکہ اشاعت کا مقصد کاروباری نہیں اس لیے اپنے مصارف میں بسا اوقات مقروض بھی رہا ہے۔ ادارہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ قارئین پر زیادہ بوجھ نہ پڑے مگر گذشتہ سال دو سے ہوش ربا گرانی اور مہنگائی کے عفریت نے ہر جگہ توازن کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے کاغذ اور پریس کے اخراجات کسی پر مخفی نہیں ہیں ان مشکلات کے پیش نظر الحق کے بدل اشتراک میں اضافہ ناگزیر ہو گیا ہے۔ قارئین حسب معمول علم پروری کا ثبوت دیتے ہوئے یہ معمولی سا اضافہ اپنے لیے بار خاطر نہ سمجھیں گے۔ آئندہ شرح فی پرچہ ۱۲ روپے اور سالانہ ۱۲۰ روپے ہوگی۔ (ادارہ)